باب ۱۹۵

پیروانِ مسیح عَلَیہِ السّلام سے خطاب

سُوۡرَةُ اٰلِ عِمۡرٰن

آیات ۳۳ تا ۶۳ [سنہ ۹ ہجری]

باب ۱۹۵

پیروانِ مسیح عَلَیہِ السَّلَام سے خطاب

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن آیات ۳۳ تا ۶۳ [سنہ ۹ ہجری]

وفدِ نجران کی آمد کا پسِ منظر

▪ مدینے پر چڑھ دوڑنے والی سارے عرب کی متحدہ افواج (احزاب) کی مدینے میں گھسنے میں ناکامی، ▪ معاہدوں کو توڑنے اور ریاست سے غدّاری کے جرم میں بنو قریظہ کے تمام بالغ مردوں کو سزائے موت، پھر ▪ خیبر سمیت یہود کی تمام بستیوں کے سرنگوں ہو جانے اور ریاست مدینہ میں شامل ہو جانے اور پھر ▪ مسلمانوں کا قابضین حرم کے شہر میں آن بان اور پوری شان کے ساتھ داخل ہو کر عمرہ ادا کرنے اور اگلے برس ہی ▪ مکّہ کی فتح نے اور پھر ▪ وادی حنین میں ہوازن اور کنانہ کی شکست فاش نے پورے حجاز کو دَہلا (خوف سے لرزا) کے رکھ دیا پھر ▪ موتہ میں وقت کی سب سے بڑی طاقت، روم کی فوج سے ٹکر لینا اور اگلے برس ▪ روم کے اوپر حملے کے لیے تیس ہزار مسلمانوں کا اُن کے میدانِ تبوک میں اُن کے دروازے تک پہنچ جانا اور اُن کے پہنچنے پر وہاں جمع شدہ رومیوں کی افواج کا مقابلے سے فرار اختیار کر لینے کی وجہ سے پورے عرب کو یقین ہو گیا کہ سرزمینِ عرب کا مستقبل اب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اُسی کو زندہ رہنے کا حق ملے گا جو ریاستِ مدینہ کی بالادستی کو قبول کر کے ذِمّی بن کر رہے گا یا اسلام کو قبول کرے گا۔

سن ۹ ہجری میں عرب کے مختلف صحرائی علاقوں اور نخلستانوں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس سر تسلیم خم کرنے اور بالادستی قبول کرنے کا اعلان کرنے کے لیے جوق در جوق وفود آنے شروع ہو گئے۔ اِسی سلسلے میں **نجران** کے تین سردار ۶۰ آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینے پہنچے۔ نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کے درمیان ہے۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں اصحاب الاخدود کو اللہ پر ایمان لانے کے جرم میں خندقوں میں زندہ جلایا گیا تھا (دیکھیے سُوْرَۃُ الْبُرُوْج، قرآن مجید، سورہ ۸۵؛ کاروانِ نبوت جلد ۳، صفحہ ۱۳۱)۔ اُس وقت اس علاقے میں ۷۳ قصبے شامل تھے اور ایک لاکھ ۲۰ ہزار قابل جنگ مردانِ قصبات میں آباد تھے۔ نجران کی ساری کی ساری آبادی عیسائی تھی اور تین سردار مل کر اُن پر حکومت کرتے تھے، جو مذکورہ وفد لے کر آئے تھے:

- **عبد المسیح:** یہ عاقب تھا، اِس کی حیثیت قائدِ اوّل (یوں سمجھ لیجیے کہ پرائم منسٹر) کی تھی۔

- شرحبیل: یہ سیّد کہلاتا تھا، جو ان کے تمدّنی وسیاسی اُمور کی پالیسیز طے کرتا اور اُن کو نافذ کرتا تھا اور
- ابوحارثہ بن علقمہ: تیسر اُسقُف (بشپ، لاٹ پادری) تھا جو اُن کا مذہبی پیشوا تھا۔

مسیحیوں کی تمام تر گمراہی پہلے بھی یہی تھی اور آج بھی یہ ہی ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کو بشر اور رسول، اللہ کا بندہ اور غلام ماننے کے بجائے الوہیّت میں اُن کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ پیشِ نظر تقریر میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی بات کا یُوں آغاز فرماتا ہے کہ آدمؑ اور نُوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران [عمران، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے والد کا نام تھا]، سارے ہی پیغمبر انسان تھے اللہ نے اپنے دین کا پیغام پہنچانے اور انسانوں کی اصلاح کے لیے انسانوں ہی کو منتخب فرمایا تھا، عیسائی اِن پیغمبروں کی بشریت کے تو قائل تھے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی ہم سر ہستی سمجھتے اور مشکل اور مصیبت میں صرف اللہ کو پکارنے کے بجائے عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے، اُن کو حاضر و ناظر جانتے اور بس تمام الوہی اختیارات اور حقوق میں اُنھیں اللہ کا ساجھی جانتے تھے۔

اِن اوپر مذکورہ خرابیوں کے باوجود عیسائی، مشرکین اور یہود کے مقابلے میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والے گناہوں سے دور رہنے والے اور رقیق القلب لوگ تھے، مزید یہ کہ مشرکین مکہ اور یہود کے مقابلے میں اسلام کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ مصر کا مقوقس ہو، حبش کا نجاشی، روم کا چیف پادری ضغاطر ہو یا منذر بن ساوی حاکم بحرین، شاہانِ عمان جیفر اور عبد، عیسائیوں کے دل میں مسلمانوں کے لیے ہمدردی تھی اور وہ مسلمانوں کی مخالفت اور جنگ کے لیے کسی طور آمادہ نہیں تھے، تبوک میں ہرقل اسی روّیے کی بنا پر لاکھوں فوج رکھنے کے باوجود مقابلے پر نہیں آیا۔ یہ اسلامی تاریخ کا المیہ ہے کہ دورِ نبوت میں جو ہمارے قریب تھے اُن سے ہم صلیبی جنگوں میں الجھے اور یہود جن کو صلیبی مارتے رہے اُنھوں نے ہم سے رعایتیں حاصل کیں۔

فتح مکہ کے بعد اُنھیں فیصلہ یہ کرنا تھا کہ وہ اسلام قبول کریں یا ذِمی بن کر رہیں۔ یہ فیصلہ کرنے کے لیے اُن کے اوپر مذکورہ تینوں سردار ۶۰ رکنی وفد لے کر مدینہ آئے، اس وفد کو وفدِ نجران کہا جاتا ہے۔ اس وفد کی آمد کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنی آیات نازل فرمائیں تاکہ اس کے ذریعے سے وفدِ نجران کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ اور جب وہ قبول اسلام کے لیے تیار نہیں ہوئے[1] تو مباہلے کی دعوت کے لیے آیت ٦١ اُتری، نازل ہونے والی یہ آیات مل کر سورہ آلِ عمران کی آیات ۳۳تا ۶۳ تشکیل دیتی ہیں اور یہی اس وقت

---

[1] سیّد [شرحبیل] اور عاقب [عبد المسیح] نے نجران واپس جانے کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔

ہمارے زیرِ مطالعہ ہیں۔اب آنے والی سطور کی ترتیب کے بارے قارئین کے سامنے دو امور پیشِ نظر رہیں:

- وفد کے آنے اور کچھ کے اسلام قبول کرنے اور اور باقی کے بالا دستی قبول کرنے کی تفصیلات آیات کے ترجمے اور مفہوم کے بعد تحریر کی جائیں گی۔
- آیات مبارکہ سے قبل زکریاؑ، مریمؑ، یحییٰؑ اور مسیح علیہم السلام کی زندگیوں کے بارے میں مختصراً کچھ تفصیلات پیش کی جارہی ہیں، جن سے آیات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

مریم علیہا السلام کی ماں اور اُن کے والد: قرآن مریمؑ کی والدہ کو اِمۡرَاَتُ عِمۡرٰن کہہ کر پکارتا ہے، یقین سے نہیں معلوم کہ اس کا مطلب عمران کی بیوی ہے یا قبیلہ 'عمران کی عورت'؟ اگر بیوی مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مریمؑ کے والد کا نام عمران تھا مگر اس کی تصدیق کا کوئی ذریعہ نہیں [۲] اور اگر اس کا مطلب 'عمران کی عورت' لیا جائے تو درج ذیل حقائق سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے۔

- دو عظیم المرتبت نبی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام جو آپس میں سگے بھائی بھی تھے عمران کے بیٹے تھے۔
- انجیل لوقا میں یہ درج ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، یعنی عمران کی اولاد میں سے تھیں۔
- ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کی والدہ اور مریمؑ کی والدہ (حنا) آپس میں رشتہ کی بہنیں تھیں۔
- لہٰذا مریمؑ کی والدہ بھی عمران کی اولاد میں سے ہوئیں۔

یہود کے صوامع اور کنیساؤں کی عمارات کے فرش سے کافی بلندی پر مجاوروں اور عابد و زاہد لوگوں کے معتکف رہنے کے لیے کمرے بنائے جاتے ہیں، جنھیں محراب کہا جاتا ہے

پیدائش مریم علیہا السلام: مریمؑ کی والدہ نے چوں کے اپنے پیٹ میں پرورش پانے والی اولاد کو جو بھی ہے (لڑکا یا لڑکی) اللہ کے کام کے لیے ہیکل کی نذر کر دیا تھا۔ لڑکی کی پیدائش پر اُسے احساس ہوا کہ اگر بیٹا ہوتا تو وہ دین کی اشاعت اور احیائے دین اور قیامِ دین کے لیے زیادہ کوشش کر پاتا۔ لڑکا جو قدرتی طور پر مضبوط جسم کا مالک ہوتا ہے اور تولید و حمل کی ذمہ داری سے آزاد ہونے کے ساتھ محبت اور نفرت کے معاملے میں غیر جذباتی انداز سے کام کرنے کے لیے زیادہ موزوں ہونے کے باعث پیغام رسانی اور ابلاغ کے لیے زیادہ موزوں ہوتا ہے لہٰذا اگر لڑکا ہوتا تو یہ مقصد زیادہ اچھی طرح حاصل ہو سکتا تھا جس کے لیے میں اپنے بچے کو تیری راہ میں نذر کرنا چاہتی تھی۔ بہر طور اُنھوں نے اُس لڑکی کو ہیکل کے نذر کر دیا اور اُس کا نام مریمؑ رکھا۔

---

۲ مسیحی روایات میں مریمؑ کے والد کا نام یوآخیم Ioachim آتا ہے

زکریا علیہ السلام کے زیرِ سایہ مریم علیہا السلام کی پرورش و تربیت: مریمؑ کی پیدائش کے بعد [جب وہ ایک بھاگنے دوڑنے والی بچی بن گئی] یہ سوال ہوا کہ ہیکل کے مُتولّیوں میں سے وہ کس کی سرپرستی میں پرورش اور تعلیم و تربیت پائے گی؟ مریمؑ کے لیے سب ہی کے دلوں میں اللہ نے ایسی محبت ڈال دی کہ ہر ایک یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو گیا، چناں چہ قرعہ اندازی کی ضرورت پیش آئی۔

مریمؑ، اپنے خالو زکریاؑ کی تربیت میں پلی بڑھیں اور بچپنے سے گزر کر ذہنی اور جسمانی اعتبار سے ایک مضبوط شخصیت کی حامل باکردار نوجوان لڑکی بن گئیں۔ جیسا کہ اُن کی ماں نے اُن کی پیدائش سے قبل ہی اپنے حمل کو اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا، بیت المقدس کی عبادت گاہ (ہیکل) میں داخل کر دی گئیں اور وہاں وہ شب و روز ایک محراب میں ذکرِ الٰہی اور عبادت کے لیے معتکف رہتی تھیں۔ مریم علیہا السلام ایک انتہائی شریف، عفیفہ اور پارسا خاتون تھیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتیں اور اُن کو کسی مرد نے کبھی چُھوا تک نہ تھا۔

[مسیحی اُن کو کنواری، پاک، مادر عیسیٰؑ، صائمہ، مصطافیہ، راقیہ، ساجدہ، قانتہ، صدیقہ، طاہرہ سے پکارتے ہیں مگر کبھی مادرِ عیسیٰؑ کے بجائے مادرِ خدا بھی کہہ دیتے ہیں، نعوذ باللہ]

پیدائش یحییٰ علیہ السلام: زکریّا علیہ السلام بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو چکے تھے اور چوں کہ اُن کی بیوی بانجھ تھیں لہٰذا بے اولاد تھے۔ اپنی گوشہ نشین نوجوان صالح بھانجی کو اور اُس پر اللہ کی جانب سے دانائی اور علم و فضل کی شکل میں رزق کی بارش دیکھ کر اُن کے دل میں یہ دعا اور تمنا انگڑائی لیتی کہ کاش اُن کو بھی اللہ ایسی ہی باکمال اولاد عطا کرتا [قرآن مجید میں یہ واقعہ سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن کی آیات ۳۷ اور ۳۸ میں مذکور ہے، دیکھیے صفحہ ۲۲۲]۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ اُن کو باوجود باپ بننے کی عمر کے گزر جانے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے معجزانہ طور پر یحییٰ کی شکل میں بیٹا عطا کیا جائے تاکہ لوگوں کے اذہان عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے معجزے کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں، اور لوگ جان لیں کہ غیر معمولی پیدائش کی بنا پر وہ اُلوہیت کے مرتبے پر کیسے فائز ہو سکتے ہیں اور انسانوں کے معبود کیسے بن سکتے ہیں؟

پیدائش عیسیٰ علیہ السلام: فرشتے نے جب ایک انسانی شکل میں محراب میں آکر مریمؑ کو یہ خبر دی کہ تیرے ہاں بچّہ پیدا ہوگا۔ تو اُنھوں نے استعجاب کیا کہ کیوں کر؟ مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا، تو وہی الفاظ دہرائے گئے کہ جو بڑھاپے میں بانجھ بیوی سے اولاد کی اطلاع ملنے پر زکریّاؑ کے استعجاب کے جواب میں کہے گئے تھے: "کَذٰلِكَ (ایسا ہی ہوگا)" زکریّا علیہ السلام کے جواب میں بھی یہی کہا گیا تھا۔ عیسائی، عیسیٰؑ کو خدا اور ابن اللہ اسی

وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان کی پیدائش معمول سے ہٹ کر بغیر باپ کے ہوئی تھی، اور یہودیوں نے مریمؑ پر الزام بھی اسی وجہ سے لگایا کہ سب کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک غیر شادی شدہ خاتون کے ہاں ولادت ہوئی۔ اگر یہ بن باپ کے پیدائش نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عیسائی اور یہود دونوں کی تردید میں اتنا کہہ دینا کافی ہوتا کہ وہ لڑکی تو شادی شدہ تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن اتنی لمبی تمہید کے بعد باپ کا نام لینے کے بجائے مسیحؑ کی نسبت ماں کی جانب کرتا ہے اور اُنھیں مسیحؑ بن مریمؑ کہتا ہے۔ سیّد مودودیؒ نے بہت خوب لکھا ہے کہ :

"پس جو لوگ قرآن کو کلامُ اللہ مانتے ہیں اور پھر مسیح علیہ السّلام کے متعلق یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی ولادت حسبِ معمول باپ اور ماں کے اتصال سے ہوئی تھی وہ دراصل ثابت یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اظہارِ ما فی الضمیر اور بیانِ مدّعا کی اُتنی قدرت بھی نہیں رکھتا جتنی خود یہ حضرات رکھتے ہیں (معاذاللہ)۔"

- **مسیح علیہ السلام کی دعوت:** مسیح علیہ السّلام وہی دین لے کر آئے تھے جو موسیٰ علیہ السّلام اور ہارون علیہ السّلام اور دُوسرے پیش رو انبیاء [دیکھیے: سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء ۵۶، سُوْرَۃُ مَرْیَم ۳۶، سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ ۱۱۷] نے پیش کیا تھا[۳]۔ اُن کا کہنا یہ تھا کہ علماء اور فقیہ منافق ہیں، کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ مثلاً جیسے انھوں نے کہا: ”فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدّی پر بیٹھے ہیں۔ جو کچھ وہ تمھیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو مگر ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔“ عیسیٰ علیہ السّلام کی دعوت کے تین بنیادی نکات وہی تھے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے تھے:۔
- اوّل یہ کہ زمین پر اصلی حاکمیت صرف اللہ کی تسلیم کی جائے۔
- ثانیاً یہ کہ اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے نبی کی بلاچون وچرا اطاعت کی جائے۔
- ثالثاً یہ کہ حِلّت و حُرمت اور جائز و ناجائز کی پابندیاں لگانے کا اختیار صرف اللہ کا ہو اور انسانوں کے وہ تمام ضابطے جو اللہ کے احکامات وحدود سے ٹکراتے ہوں وہ منسوخ کر دیے جائیں۔

---

۳ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء
وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾ سُوْرَۃُ مَرْیَم
مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ

عیسیٰ علیہ السلام کی ساری تبلیغی مساعی کا مقصود یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے زیرِ تسلط زمین پر اللہ کے امرِ شرعی کی اُسی طرح اطاعت ہو جس طرح ساری کائنات میں نباتات و جمادات و حیوانات اُس کی اطاعت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا: ''تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو'' (متی ۶ :۱۰)

مسیح علیہ السّلام اپنے آپ کو اللہ کے پیغمبر اور آسمانی بادشاہت کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کرتے تھے، اور اسی حیثیت میں لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف دعوت دیتے تھے، یہی بات ان کے متعدّد اقوال سے معلوم ہوتی ہے۔

عیسیٰؑ نے اپنے وطن 'ناصرہ' سے دعوت کا آغاز کیا تو ان کے اپنے ہی بھائی بند اور مذہب کے ٹھیکے دار علماء ان کی مخالفت کے لیے کھڑے ہو گئے اور اُنھوں نے عوام کالانعام کو بھی مسیح علیہ السلام کے خلاف بھڑکا دیا۔ علماء کی توروٹیاں خطرے میں پڑی تھیں، عوام کو بھی اصل دین پر چلنا اُس کی پابندیوں اور بے قید نفس کی لذتوں سے کنارہ کشی کی بنا پر محال تھا۔ مسیح علیہ السلام کو دھوبی گھاٹ کنارے کچھ دھوبی (حواری) اور سمندر کی طرح بہت بڑی جھیل گلیلی کے کنارے کچھ مچھیرے ملے جنھوں نے آگے بڑھ کر آپ کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت کی۔

حواری کے اصل معانی اُس آدمی کے ہیں جو کپڑے کو دھو کر اُس پر سے گندگی اور میل کو صاف کر دیتا ہے یعنی دھوبی۔ کپڑے دھونے والے یہ دھوبی عقائد و اعمال کو صاف کرنے والے اور سیرت و کردار کو جِلا دینے والے بن گئے، یوں مسیح علیہ السلام کے ابتدائی مددگاروں اور ساتھیوں کے لیے حواری کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ مسیح علیہ السلام کی تبلیغ زیادہ تر گلیلی جھیل کے کناروں پر ہوتی تھی، آپ مچھلیاں پکڑنے والے مچھیروں کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اے مچھلیوں کا شکار کرنے والو! آؤ، میں تمہیں انسانوں کا شکار کرنا سکھاؤں!

''حواری'' کا لفظ کاروانِ نبوت ﷺ میں وہی معنی رکھتا ہے جو مدینے کے ''انصار'' کا مفہوم ہے لیکن در حقیقت عیسیٰؑ کے حواریوں کے مقابلے میں یہاں سابقون الاوّلون من المهاجرین و الانصار کی اصطلاح حواریوں کی اصطلاح کی مترادف ہے۔ یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ بائیبل میں بالعموم حواریوں کے بجائے ''شاگردوں'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن نے اِن کو حواری بھی کہا ہے اور انصار بھی لیکن شاگرد کا لفظ وارد نہیں ہوا ہے۔ سُورَۃُ الصَّف میں دیکھیے کہا گیا ...... كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ...... [۶۱ :۱۴]

دینِ اسلام کے قیام کی جدوجہد میں حصّہ لینے کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر ''اللہ کی مدد کرنے'' سے

تعبیر کیا گیا ہے۔ چوں کہ یہ اللہ کا کام ہے اس لیے جو بندے اس کام میں اللہ کا ساتھ دیں اُن کو اللہ اپنا مدد گار قرار دیتا ہے۔ اور یہ وہ اعلیٰ ترین درجہ کمال ہے جس پر کسی بندے کی پہنچ ہو سکتی ہے۔ نماز، روزہ اور تمام اقسام کی عبادات میں تو انسان محض اللہ کے آگے عاجزی اور بندگی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ مگر باطل سے کشمکش میں بندے کو خود اللہ تبارک و تعالیٰ کے الفاظ میں اُس کی رفاقت و مدد گاری کا شرف حاصل ہوتا ہے جو اس دنیا میں رُوحانی ارتقا کا واحد طریقہ اور سب سے اونچا مرتبہ ہے، باقی رہیں تصوف کی ساری اصطلاحات صوفیوں کی خود ساختہ ہیں جن کا قرآن و حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام: جب مسیح علیہ السلام نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو بنی اسرائیل موجودہ مسلمانوں کی مانند مسلسل اللہ کی نافرمانی اور کھلی بغاوت کی راہ پر چل رہے تھے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ذلت ورسوائی کے ساتھ بار بار کی تنبیہوں اور اپنے نبیوں اور مخلص مصلحین کے ذریعے اصلاحی کوششوں کے باوجود ان کی رَوِش خراب سے خراب تر ہوتی جارہی تھی۔ ایسے حالات میں جب کہ وہ پے در پے کئی انبیا کو قتل کر چکے تھے اللہ نے اپنے دو جلیل القدر پیغمبروں، یحییٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کو بیک وقت اُن کے درمیان مبعوث کیا۔ یحییٰ علیہ السلام عمر میں مسیح علیہ السلام سے صرف چھ ماہ بڑے تھے، گویا ہم عمر ہی تھے اور آپس میں خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ ان کم نصیبوں نے دونوں پیغمبروں کی دعوت کو نہ صرف ٹھکرادیا، بلکہ یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک رقّاصہ کی فرمائش پر قلم کر کے اُس کے سامنے تھال میں اس لیے پیش کیا کہ وہ فاحشہ اِن کی حیا کی تعلیمات کو سننا نہیں چاہتی تھی!

مسیح علیہ السلام، جن کی پیدائش معجزہ تھی، پالنے (cradle) میں کلام کرنا اِن کا معجزہ تھا اور پھر اللہ کے اِذن سے ایسی کھلی نشانیاں تھیں کہ ان سے مجالِ انکار صرف اللہ کے باغی دشمن ہی کر سکتے تھے۔ مگر بنی اسرائیل کے علماو فقہانے سازش کر کے عیسیٰؑ کو رُومی سلطنت سے سزائے موت دلوانے کی کوشش کی [جس طرح موجودہ دور میں ہمارے علماء نے مصر میں اور مڈل ایسٹ میں اخوان کے مصلحین کو سزائے موت پر حکومت کا ساتھ دیا ہے]۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اُٹھا لیا اور قیامت تک کے لیے بنی اسرائیل پر ذلت ورسوائی مقدّر کر دی۔ [سوائے اس کے کہ گاہے بگاہے وہ کسی کے سہارے امن کے کچھ اوقات بسر کر سکیں] سیّد مودودیؒ تفہیم میں لکھتے ہیں "اصل میں لفظ "مُتَوَفِّیْکَ" استعمال ہوا ہے۔ تَوَفِّی کے اصل معنی لینے اور وُصول کرنے کے ہیں "رُوح قبض کرنا" اس لفظ کا مجازی استعمال ہے نہ کہ اصل لغوی معنی۔ یہاں یہ لفظ انگریزی لفظ (To recall) کے معنی میں مستعمل ہوا ہے، یعنی کسی عہدہ دار کو اس کے منصب سے واپس بُلانا۔" [سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن، حاشیہ ۵۱]

سنہ ۹ ہجری میں وفدِ نجران کے سامنے دعوت کو پیش کرنے کے لیے اور انجامِ کار بے نتیجہ گفتگو کو دعوتِ مباہلہ سے نتیجہ خیز بنانے کے لیے جو پیغامات وحی، جبریل امینؑ لاتے رہے وہ قرآن مجید کی سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن کی ۳۳ویں تا ۶۳ ویں آیات پر مشتمل ہے اور سورہ مبارکہ کا یہ جز سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن کی دوسری تقریر ہے۔ سورت کی پہلی ۳۲ آیات سات برس قبل غزوہ بدر کے بعد سنہ ۲ ہجری میں نازل ہوئی تھیں جو اس کتاب کے باب ۱۳۸ (حصہ چہارم، جلد ۹) میں بیان کی جاچکی ہیں۔

اب آنے والی سطور میں ہم زیرِ مطالعہ آیات [سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن، ۳۳تا۶۳] کے اُن دلائل، پہلوؤں اور نصیحتوں کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے اِن آیات کے ذریعے وفدِ نجران کے سامنے رکھیں۔ بنیادی طور پر قرآن کا یہ پورا خطبہ عیسائیوں کے عقیدہ اُلوہیّتِ مسیح کی تردید و اصلاح کے لیے ہے۔ اور اُن باطل دلائل کا تعاقب کرتا ہے جو مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، مشکل کشا اور دعاؤں کا سننے والا بنانے کے لیے گھڑے گئے۔

عیسائیوں میں اہلِ بدعت نے اس مشرکانہ عقیدہ کو گھڑنے اور پھیلانے کے لیے تین واقعات، مواقع یا روایات سے استدلال کی دیوار تعمیر کی:

- مسیح کی معجزانہ ولادت۔
- ان کے صریح محسُوس ہونے والے معجزات۔
- اُن کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا جس کا ذکر صاف الفاظ میں ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

قرآن نے مسیحؑ کی معجزانہ ولادت کی تصدیق کی اور فرمایا کہ مسیحؑ کا بے باپ یا بغیر جنسی ملاپ کے پیدا ہونا اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ اللہ جس کو جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ یہ غیر معمولی طریقِ پیدائش ہر گز اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مسیح، اللہ تھا یا اللہ کا بیٹا یا اُلوہیت میں کچھ حصّہ دار!

اُن کے صریح محسُوس ہونے والے معجزات کا قرآن نے انکار نہیں کیا، نہ صرف یہ کہ اُن کی تصدیق کی بلکہ ایک، ایک کر کے خود مسیحؑ کے معجزات شمار کروائے، مگر ساتھ یہ واضح کیا کہ یہ سارے کام اُس کے بس کے نہیں تھے بلکہ سارے کام اللہ کے اذن (مرضی و قدرت اور اجازت) سے کیے گئے تھے، اس لیے ان معجزات میں بھی کوئی ایسی بات ایسی نہیں ہے جس سے تم کہہ سکو کہ مسیح علیہ السلام کا اُلوہیت میں کوئی حصّہ تھا۔

اب رہ گئی بات اُن کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کی جس کا ذکر صاف الفاظ میں ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اگر عیسائیوں کی روایت سرے سے بالکل ہی بے بنیاد ہوتی تب تو ان کے عقیدہ اُلوہیّتِ مسیح کی تردید کے

لیے ضروری تھا کہ قرآن صاف صاف کہہ دیتا، جیسا کہ آج کل کے کچھ جری لوگ کہہ دیتے ہیں کہ تم جس عیسیٰؑ کو الٰہ اور ابن اُللہ بنا رہے ہو وہ مر کر مٹی میں مل چکا ہے فلاں مقام پر جا کر اس کی قبر دیکھ لو اور قبر کھدوا کر قدامت کے ٹیسٹ کروا لو! لیکن قرآن یہ نہیں کہتا بلکہ کہتا ہے کہ اُن کو صلیب پر چڑھایا ہی نہیں گیا، بلکہ کسی اور کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ وہ کہ جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ وہ ''ایلی ایلی لما شبقتانی'' کہتا رہا، وہ مسیح ابن مریمؑ تھا ہی نہیں، قرآن ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتا ہے کہ جس سے بالکل بغیر کسی اشتباہ کے موت کی صراحت ہو جائے بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو زندہ اُٹھائے جانے کے مفہوم کا کم از کم احتمال تو رکھتے ہی ہیں، کیا اللہ کو ہمارے ایمان سے کوئی دشمنی تھی کہ اُس نے اس معاملے کو واضح نہیں کیا۔ قرآن تو کہتا ہے کہ صلیب سے پہلے ہی مسیح کو اللہ نے اُٹھا لیا تھا۔

عیسائیوں کو پیغام و نصیحت: پہلی بات جو وفد نجران کے عیسائیوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی، وہ یہ ہے کہ مسیح کی اُلوہیت کا عقیدہ تمھارے اذہان میں علماء کے روپ میں شیطان نے آکر ٹھونسا ہے اُس کی بنیاد اور اُس کے پیچھے دلیل و فلسفہ سرے سے ہی غلط ہے۔ سارے نبیوں کی مانند مسیحؑ بھی ایک بشر تھا جس کو اللہ نے اپنی حکمت کے تحت بہتر جانا کہ بن باپ اور بغیر جنسی ملاپ کے پیدا کرے اور اُسے اپنے اذن سے ایسے معجزے عطا کیے جو نبوّت کی صریح دلیل بن گئے، یہاں تک کہ منکرینِ حق اُس کو صلیب پر نہ چڑھا سکے بلکہ اُس کو اللہ نے اپنے پاس اُٹھا لیا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُس کے اِس اختیار کو کوئی چیلنج کرنے والا نہیں کہ اُس نے کائنات کو چلانے کے لیے اپنے ہی بنائے ہوئے جو طبعی، کیمیائی، برقی اور حیاتیاتی قوانین مقرر کیے ہیں اُن کو چھوڑ کر (By pass کر کے) کام کرے! اور جس طرح چاہے اپنی کسی بھی چیز کو، کسی کہکشاں کو یا کسی ذرّے کو، کسی معمولی کیڑے کو یا کسی ڈائنو سار کو، یا کسی منکر بندے کو یا اپنے نبی کو جس طرح چاہے پیدا کرے مارے یا بچالے یا اُٹھالے؛ کون ہے جو نیست سے ہست میں لانے والے خالق کو ہست میں لانے کے لیے معروف طریقے (SOPs) تدوین کرنے والے کو پابند کرے کہ وہ اپنی مرضی کو نافذ کرنے کے لیے کسی نئے فزیکل یا حیاتیاتی طریقے کو اختیار نہ کرے۔ بلاشبہ اُس کی سنت میں تبدیلی نہیں پائی جاتی لیکن ایسے لمحے آتے ہیں جب ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ ٹھنڈک پہنچانے لگتی ہے، مگر سنت یہی ہے کہ آگ جلا ڈالے چاہے وہ وقت کے بیس ہزار متقی مومن اصحاب الاخدود ہی کیوں نہ ہوں!

وفدِ نجران سے قرآن سوال کرتا ہے کہ عیسیٰؑ کی پیدائش کے اس غیر معمولی طریقے کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ

اُس پاک باز خاتون کی کوکھ سے نکلنے والا اللہ کی مخلوق نہیں بلکہ خود الٰہ تھا، یہ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے کہ مسیحؑ مخلوق نہیں خود خالق تھا، یا خالق کا بیٹا تھا، یا کائنات کی خدائی میں اُس کا شریک تھا۔ قرآن کہتا ہے کہ معجزاتی پیدائش ہی کسی کو اللہ یا اللہ کا بیٹا بنانے کے لیے دلیل ہو تو پھر آدم علیہ السلام اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ اُنھیں الٰہ تسلیم کیا جائے کیونکہ وہ بے باپ ہی نہیں بلکہ بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوئے۔

ایک اور بات جس کی طرف عیسائیوں کو توجہ دلائی گئی، وہ یہ ہے کہ مسیحؑ جس چیز کی طرف تا مدتِ عمر دعوت دیتے آئے تھے وہ وہی چیز ہے جس کی طرف آج محمد ﷺ دعوت دے رہے ہیں۔ دونوں کے مشن میں بال برابر فرق نہیں ہے، پھر تم کیوں محمد ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہیں کر لیتے۔

وفدِ نجران کے سامنے اس خطبے کا آخری اور بڑا اہم نکتہ یہ ہے کہ مسیحؑ کے بعد ان کے حواریوں کا دین بھی یہی اسلام تھا جو قرآن پیش کر رہا ہے۔ بعد میں اُن کے نام لیواؤں نے 'اسلام' کو 'عیسائیت' سے تبدیل کر دیا اور اُس تعلیم پر قائم نہ رہے جو مسیح علیہ السّلام نے دی تھی اور نہ ہی وہ حواریوں کے دین کی اتباع کرتے ہیں ۔

مباهله کی پیش کش: طویل بے نتیجہ گفتگو کے بعد، وفدِ نجران کی آمد کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے یہ پیش کش کی گئی کہ اگر تمہیں اپنے عقیدے کی صداقت کا پورا یقین ہے تو آؤ ہم تم دونوں مل کر دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اُس پر اللہ کی لعنت ہو، اِس پیش کش سے یہ ثابت کرنا تھا کہ تم جان بُوجھ کر حجت بازی کر رہے ہو جب کہ تمھیں خود اپنے دعوے کے سچ ہونے اور ہماری بات کے جھوٹ ہونے کا یقینِ کامل نہیں ہے۔

وفدِ نجران اپنے قیامِ مدینہ کے دوران رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو چلا تھا اور اکثر اہلِ وفد اپنے دلوں میں آپؐ کی نبوّت کے قائل بھی ہو گئے تھے یا کم از کم اپنے انکار میں متزلزل ہو چکے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ نجران واپس پہنچنے پر تین سرداروں میں سے دو نے اسلام قبول کر لیا۔ چناں چہ جب اُن سے کہا گیا کہ اچھّا تو مباہلہ کر لیں تو وہ تیار نہ ہوئے۔ اس طرح یہ بات تمام عرب کے سامنے آگئی کہ عیسائی جن کی رہبانیت اور پاک بازی کا بڑا شہرہ ہے، وہ ایسے افکار عقائد کے پیچھے چل رہے ہیں جن کے صحیح اور سچ ہونے کا خود انہیں یقین نہیں ہے۔

مباہلے کی اور وفد کے ساتھ ایک معاہدے پر رضامندی کی تفصیل آیات کے مطالعے کے بعد دی گئی ہے۔

❄❄❄❄❄

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّ اللّٰہَ
اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ
اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّۃً
بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ
عَلِیۡمٌ ﴿ۚ۳۴﴾ ۱۸۸اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ
رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا
فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ
الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتۡہَا قَالَتۡ رَبِّ
اِنِّیۡ وَضَعۡتُہَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا
وَضَعَتۡ ؕ وَ لَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی ۚ وَ
اِنِّیۡ سَمَّیۡتُہَا مَرۡیَمَ وَ اِنِّیۡۤ اُعِیۡذُہَا بِکَ
وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۳۶﴾
فَتَقَبَّلَہَا رَبُّہَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّ
اَنۡۢبَتَہَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ کَفَّلَہَا زَکَرِیَّا ؕۚ
کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیۡہَا زَکَرِیَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ
وَجَدَ عِنۡدَہَا رِزۡقًا ۚ قَالَ یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی
لَکِ ہٰذَا ؕ قَالَتۡ ہُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ
اللّٰہَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ
حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ ہُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ ۚ
قَالَ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً
طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾
فَنَادَتۡہُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ ہُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیۡ فِی
الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحۡیٰی
مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ

اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراھیمؑ اور آلِ عمران کو تمام دُنیا والوں پر ترجیح دے کر منتخب کیا تھا یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یاد کرو جب عمران کی بیوی کہہ رہی تھی کہ میرے پروردگار! بلاشبہ میں اس کو، جو میرے پیٹ میں ہے آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں۔ میری جانب سے اس کو قبول فرما۔ تُو سننے اور جاننے والا ہے۔ پھر جب اُس نے جنا تو بولی اے اللہ میں نے تو ایک لڑکی کو جنا ہے اور تو جانتا ہے کہ لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا اور جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خوب خبر تھی۔ میں نے اس کا نام مریمؑ رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطانِ مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس، اُس کے پروردگار نے اُس لڑکی کو بخوشی قبول کر لیا اور نہایت عمدہ طریقے سے نیک لڑکی بنا کر اُٹھایا۔ اور زکریاؑ کو اُس کا سرپرست بنا دیا۔ زکریاؑ جب کبھی اُس کے حجرے میں جاتا تو اُس کے پاس روزی کو رکھا ہوا پاتا تو پوچھتا اے مریمؑ یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ وہ جواب دیتیں یہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اِس پر زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا: پروردگار! اپنی جناب سے مجھے پاکیزہ اولاد دے دے۔ یقیناً تُو دُعائیں سننے والا ہے۔ جب کہ زکریاؑ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا فرشتوں نے ندا دی کہ اللہ تجھے ایک بیٹے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔ جو اللہ کی طرف سے ایک فرمان کے تحت پیدا ہونے والے عیسیٰؑ کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا۔

اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراھیمؑ اور آلِ عمران کو تمام دُنیا والوں پر ترجیح دے کر رسالت و نبوت کے لیے منتخب کیا تھا یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یاد کرو جب عمران کی بیوی کہہ رہی تھی کہ میرے پروردگار! بلاشبہ میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے ہر مقصد اور کام سے آزاد کرکے بالکلیہ تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری جانب سے اس نذرانے کو قبول فرما۔ تُو سننے اور جاننے والا ہے۔ پھر جب عمران کی بیوی نے ایک لڑکی، مریمؑ کو جنا تو بولی اے اللہ میں نے تو ایک لڑکی کو جنا ہے! اور تو جانتا ہے کہ تیرے دین کے لیے درکار قوت میں، لڑکا لڑکی کی طرح کمزور نہیں ہوتا اور جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خوب خبر تھی بہرطور میں اس کی پیدائش پر مطمئن ہوں۔ میں نے اس کا نام مریمؑ رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے بہلاووں سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اِس کی یہ مخلصانہ اور عاجزانہ دعا مقبول ہوئی، اُس کے پروردگار نے اُس لڑکی کو بخوشی قبول کرلیا اور نہایت عمدہ طریقے سے نیک لڑکی بنا کر اُٹھایا۔ اور زکریاؑ کو اُس کا سرپرست بنادیا۔ زکریاؑ جب کبھی اُس کے حجرے میں جاتا تو اُس کے پاس روزی (کھانے پینے کے سامان) کو رکھا ہوا پاتا تو پوچھتا اے مریمؑ یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ وہ جواب دیتیں یہ اللہ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اس پاکیزہ نوجوان مریمؑ کا یہ عمدہ حال دیکھ کر بے اولاد عمر رسیدہ زکریاؑ نے بے اِختیار اپنے رب کو پکارا، پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے بھی اپنی جناب سے پاکیزہ مریمؑ جیسی اولاد دے دے۔ یقیناً تُو اپنے بندوں کی دُعائیں سننے والا ہے۔ زکریاؑ جب کہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ اللہ کے حکم سے، فرشتوں نے ندا دی کہ اے زکریاؑ، اللہ تجھے ایک بیٹے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔ جو اللہ کی طرف سے ایک فرمان کے تحت پیدا ہونے والے عیسیٰؑ کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا۔

وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ
غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ
عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا
يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ
اِلَّا رَمْزًا ؕ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ
بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾ وَ اِذْ قَالَتِ ۴۶
الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ
طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ
اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ
﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ
نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ
يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ
مَرْيَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ
يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ
اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي
الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ
﴿٤٦﴾

سرداری کی شان والا اور دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش ہو گا۔ اور نیکو کاروں میں سے ایک بلند پایہ، نبوّت سے سرفراز۔ اس نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہو گا، میں تو بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ فرمایا، ایسا ہی ہو گا۔ اللہ جو چاہے کرتا ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب تو میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے۔ فرمایا تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو تین دن لوگوں سے بات نہ کر سکے گا مگر اشارے سے۔ اور اس دوران اپنے رب کو بہت زیادہ یاد کیجیو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیجیو۔ ۴۶ پھر وہ وقت آیا جب مریمؑ سے فرشتوں نے آکر کہا اے مریمؑ! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور دُنیا کی تمام عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے دی۔ اے مریمؑ! اپنے رب کی فرماں برداری کر اور جھکنے والوں کے ساتھ تو بھی رکوع و سجود کرتی رہ۔ اے محمدؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم پر وحی کر رہے ہیں، ورنہ تم اُس وقت وہاں موجود نہ تھے جب ہیکل کے خادم یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ مریمؑ کا سر پرست کون ہو قرعہ اندازی میں اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے، اور اے محمدؐ نہ ہی تم اس وقت حاضر تھے جب اُن کے درمیان اُس کی سرپرستی پر جھگڑا ہو رہا تھا۔ اور وہ موقع جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ! اللہ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ ہو گا، دنیا اور آخرت دونوں میں عزت والا ہو گا، اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہو گا، لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ نیک لوگوں میں سے ہو گا۔

سرداری کی شان والا اور دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش (کمال درجہ کا ضبطِ نفس والا) ہو گا۔ اور نیکوکاروں میں سے ایک بلند پایہ، نبوّت سے سرفراز۔ اس نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہو گا، میں تو بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ فرمایا، ایسا ہی ہو گا، جیسا کہ تجھے کہا گیا ہے۔ اللہ جو چاہے کرتا ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب تو میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے تاکہ یقین کامل اور اطمینان حاصل کر سکوں۔ فرمایا تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو تین دن لوگوں سے بات نہ کر سکے گا مگر اشارے سے۔ اور نصیحت ہے کہ اس دوران اپنے رب کو بہت زیادہ یاد کیجیو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیجیو۔ ۴۶

پھر وہ وقت آیا جب مریمؑ سے فرشتوں نے آکر کہا: اے مریمؑ! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور دُنیا کی تمام عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے کر ایک بڑے کام کے لیے چُن لیا۔ اے مریمؑ! اپنے رب کی فرماں برداری کر اور اللہ کی بارگاہ میں جھکنے والوں کے ساتھ تو بھی رکوع و سجود کرتی رہ۔ اے محمدؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم پر وحی کر رہے ہیں، ورنہ تم اُس وقت وہاں موجود نہ تھے جب ہیکل کے خادم یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ مریمؑ کا سرپرست کون ہو قرعہ اندازی میں اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے، اور اے محمدؐ نہ ہی تم اس وقت حاضر تھے جب اُن کے درمیان اُس کی سرپرستی پر جھگڑا ہو رہا تھا۔ اور وہ موقع جب فرشتوں نے کہا: اے مریمؑ! اللہ تجھے اپنے ایک کلمے (فرمان/حکم) کی خوش خبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسٰی ابن مریمؑ ہو گا، دنیا اور آخرت دونوں میں عزت والا ہو گا، اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہو گا، اپنی نبوت کے اعلان کے لیے لوگوں سے گھوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ نیک لوگوں میں سے ہو گا۔

قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ
يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ
يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٤٧﴾ وَيُعَلِّمُهُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ
وَالْإِنجِيلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي
إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن
رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ
كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ
طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ
وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ
وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ
فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن
كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٤٩﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم
بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم
بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ
﴿٥١﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ
قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ
الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا
بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾

مریمؑ بولی پروردگار! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، فرشتے نے جواب دیا، ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔ فرشتوں نے مزید بتایا کہ اللہ اُسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا، تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کرے گا۔ اور میں تمہارے پاس تمھارے رب کی نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی مانند ایک صورت بناتا ہوں اور اس میں پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اُڑ جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا اور مرِدے کو زندہ کر دیتا ہوں اور میں تمھیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم کھاتے اور اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ بے شک ان باتوں کے اندر تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم ماننے والے ہو. اور میں اپنے سامنے موجود تورات میں بیان کی گئی آیات کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں۔ اور اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام ہوگئی ہیں۔ دیکھو، میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس شہادت لے کر آیا ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے تو اسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ جب عیسٰیؑ نے جان لیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر تُلے ہیں تو اس نے کہا کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنتا ہے؟ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، گواہ رہو کہ ہم اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے والے مسلم ہیں۔

یہ سُن کر مریمؑ بولی پروردگار! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہو گا، مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، فرشتے نے جواب دیا، ایسا ہی ہو گا، اللہ جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے، لہذا بن باپ کے عیسیٰؑ کی پیدائش کی پیشن گوئی پر متعجب نہ ہو۔ فرشتوں نے مزید بتایا کہ اللہ اُسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا، تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کرے گا۔اور بلوغت کو پہنچنے پر جب اُس نے بحیثیت رسول بنی اسرائیل کے سامنے کارِ نبوت کا آغاز کیا تو اُنھیں پکارا: میں تمھارے پاس تمھارے رب کی نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی مانند ایک صورت بناتا ہوں اور اس میں پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اُڑ جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا اور مردے کو زندہ کر دیتا ہوں اور میں تمھیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ بے شک ان باتوں کے اندر تمھارے لیے نشانی ہے اگر تم ماننے والے ہو اور میں اپنے سامنے موجود تورات میں بیان کی گئی آیات کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں، تورات، جو اِس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے۔ اور اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر سخت رہبانیت کے چکر میں اور کچھ دیگر مشرکین کی نقل میں حرام ہو گئی ہیں۔ دیکھو، میں تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس واضح نا قابلِ انکار نشانیوں کی شہادت لے کر آیا ہوں، میرا نبی ہونا تم کو اُس وقت سے معلوم ہے جب میں نے پیدا ہونے کے بعد گھوارے میں تم سے کلام کیا تھا لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے تو اسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ جب عیسیٰؑ نے جان لیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر تلے ہیں تو اس نے کہا کون ہے جو اللہ کی راہ میں اُس کے کلمے کی سربلندی کے لیے میرا مددگار بنتا ہے؟ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، گواہ رہو کہ ہم اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے والے مسلم ہیں۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا
الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ
﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ
٥٦ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿۵۴﴾ إِذْ قَالَ اللَّهُ
يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ
وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ
إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ
﴿۵۵﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا
فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ
نَاصِرِينَ ﴿۵۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ
أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ
﴿۵۷﴾ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ
الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿۵۸﴾
إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ
آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ
كُنْ فَيَكُونُ ﴿۵۹﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ
فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۶۰﴾

اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔ پھر وہ خفیہ چالوں میں لگ گئے۔ جواب میں اللہ نے بھی اُن کا خفیہ توڑ کیا اور اللہ بہترین توڑ کرنے والا ہے۔ ۵٦ یاد کرو، جب اللہ نے کہا کہ اے عیسٰی! اب میں تجھے پورا واپس لینے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور جنھوں نے تیری دعوت کا کفر کیا ہے ان کے ساتھ مزید وقت گزارنے سے تجھے محفوظ اور پاک کر دوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنھوں نے کفر کیا ہے۔ پھر تم سب کو آخر کار میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے، اور میں تمھارے درمیان ان چیزوں کے بارے میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو پھر کافروں کو میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے تو ان کو ان کا پورا اجر دیا جائے گا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور حکمت سے لبریز تذکرے ہیں جو ہم تمھیں سنا رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عیسٰی کی مثال آدم کی سی ہے جسے اُس نے مٹی سے پیدا کیا اُس نے حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے تیرے پروردگار کی جانب سے لہذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔ پھر بنی اسرئیل مسیحؑ اور اُن کے ماننے والے مسلموں کے خلاف خفیہ چالوں میں لگ گئے۔ جواب میں اللہ نے بھی اُن کا خفیہ توڑ کیا، اور اللہ بہترین توڑ کرنے والا ہے۔ ۵۶ جب بنی اسرائیلیوں نے چاہا کہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو سولی پر سزائے موت دیں تو اللہ نے اُن کی چال کا ایسا توڑ کیا کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ یاد کرو، جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ! اب میں تجھے پورا واپس لینے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور جنھوں نے تیری دعوت کا کفر کیا ہے ان کے ساتھ مزید وقت گزارنے سے تجھے محفوظ اور پاک کر دوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنھوں نے کفر کیا ہے۔ پھر تم سب کو آخر کار میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے، اور میں تمھارے درمیان ان چیزوں کے بارے میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو پھر کافروں کو میں دنیا اور آخرت دونوں میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے تو ان کو ان کا پورا اجر دیا جائے گا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور حکمت سے لبریز تذکرے ہیں جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے جسے اُس نے بغیر ماں اور باپ کے مٹی سے پیدا کیا اور معاملہ اس کے سوا کیا تھا کہ اللہ نے چاہا کہ آدم پیدا ہو جائے، اُس نے حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ سوچو، جو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کر سکتا ہے وہ بن باپ کے کیوں نہیں پیدا کر سکتا؟ بن ماں باپ کے پیدا ہو کر آدم اور اُس سے چلنے والی نسلِ انسانی، اللہ کی مخلوق ہے، عیسیٰؑ بن باپ کے پیدا ہو کر کیوں کر خدائی کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ عیسیٰؑ کی پیدائش کی یہ اصل حقیقت ہے جو تیرے پروردگار کی جانب سے وحی کی جارہی ہے لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ٦٤	تمھارے پاس اس یقینی علم کے آجانے کے بعد بھی جو اِس معاملے میں تم سے جھگڑیں تو اے محمدؐ! اُن سے کہو کہ آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو جمع کریں، تم اپنی عورتوں کو جمع کرو، ہم اپنے آپ کو اکٹھا کریں، تم اپنے آپ کو اکٹھا کرو، پھر ہم مل کر دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ بلا شک و شبہ واقعات کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے بالکل سچا بیان ہے، اور اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اور وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو سب پر غالب ہے اور وہ حکیم ہے، پس اگر یہ لوگ قبول نہ کریں تو اللہ تو مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ ٦٤

تمھارے پاس اس یقینی علم کے آجانے کے بعد بھی جو اِس معاملے میں تم سے جھگڑیں تو اے محمدؐ! اُن سے کہو کہ آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو جمع کریں، تم اپنی عورتوں کو جمع کرو، ہم اپنے آپ کو اکٹھا کریں، تم اپنے آپ کو اکٹھا کرو، پھر ہم مل کر دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ بلا شک و شبہ عیسیٰؑ کی پیدائش، اُن کی دعوت، بنی اسرائیل کے رویّہ اور حواریوں کے ایمان لانے اور نصرت کرنے کے واقعات کے بارے میں جو کچھ گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا ہے بالکل سچا بیان ہے، اور اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، اور وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو سب پر غالب ہے اور وہ حکیم ہے، جس کی طاقت اور حکمت اس کائنات کو چلا رہی ہے۔ پس اگر یہ نجران سے آنے والے لوگ اس شرط پر مباہلے پر آنا قبول نہ کریں تو اِن کا برسرِ غلط ہونا واضح ہے اور اللہ تو مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ ٦٤

نجران کے وفد نے جو بشمول تین سرداروں کے ساٹھ افراد پر مشتمل تھا مدینہ پہنچ کر نبی ﷺ سے ملاقات کی، اور مذاکرات شروع ہوئے، دونوں جانبین کے درمیان ایک دوسرے کو جاننے کے لیے سوالات و جوابات کا تبادلہ ہوا۔ جس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، جس کے نتیجے میں وہ

برابری کی سطح پر مسلمانوں میں ضم ہو سکتے تھے۔اس مقصد کے لیے اُن کے سامنے آلِ عمران کی آیات ۳۳ تا ۵۸ تلاوت کی گئیں، جن کا پچھلے صفحات میں قارئین مطالعہ کر چکے ہوں گے۔ لیکن وفد کے لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ اور چاہا کہ اُنھیں وضاحت سے بتایا جائے کہ اسلام کا مسیح علیہ السلام کے بارے میں کیا موقف ہے ؟رسول اللہ ﷺ نے وحی کے انتظار میں اُس روز دن بھر توقف کیا۔ یہاں تک کہ آپ پر آیات ۵۹ تا ۶۱ نازل ہوئیں جو صبح کو اُنھیں سنادی گئیں جن کا مدعا یہ تھا کہ اللہ نے جس طرح آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ، دونوں کے بغیر پیدا کیا تھا اُسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو صرف بغیر باپ کے اکیلی ماں سے پیدا کر دیا، عیسیٰ علیہ السلام اِلٰہ (بمعنی مشکل کشا، حاجت روا، دعاؤں کے سننے والے اور عالم الغیب) ہر گز نہیں تھے اور نہ ہی الوہیت میں شریک تھے اور اگر نمائندگانِ وفدِ نجران اِس بات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو مباہلہ کر لیں یعنی مل کر دُعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اُس پر اللہ کی لعنت ہو۔

اگلی صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اپنے صُلبی خونی رشتہ داروں یعنی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک چادر میں لپٹے ہوئے اس حال میں آئے کہ آپؐ کے پیچھے فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آرہی تھیں۔جب وفد نے دیکھا کہ آپ واقعی اپنی بیٹی اور دو نواسوں کے ساتھ جھوٹوں پر لعنت کی دعا (مباہلے) کے لیے آگئے ہیں تو عاقب اور سیّد دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت اور خوف سے دیکھا اور ایک نے یوں کہا کہ اللہ کی قسم! اگر یہ نبی ہے، اور ہم نے اس سے ملاعنت (ایک دوسرے پر اللہ سے لعنت برسانے کی دعا) کر بیٹھے تو ہم اور ہماری اولاد کا ایک، ایک بال اور ناخن بھی تباہی سے نہ بچ سکے گا۔ چناں چہ انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نجران پر اسلامی ریاست کی بالادستی کو قبول کرنے کا اعلان کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ آپؐ کا جو بھی (جزیے کا) مطالبہ ہو ہم اسے ماننے کو تیار ہیں۔اس پیش کش پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے جزیہ لینا منظور کیا۔اس کے بدلے آپؐ نے انہیں اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ عطا فرمایا (حفاظت، نزاع کے فیصلے اور دفاع کی ذمہ داری قبول کی) اور اُنھیں اپنے دین (عیسائیت) پر عمل کرنے کے لیے مکمل آزادی دی۔

نَجران کے عیسائیوں کو جب اسلامی حکومت کے تحت اندرونی خود مختاری دی گئی، تو معاہدے میں یہ تصریح کر دی گئی کہ اگر تم سُودی کاروبار کرو گے، تو معاہدہ فسخ ہو جائے گا اور ہمارے اور تمہارے درمیان حالتِ جنگ قائم ہو جائے گی۔

معاملہ یہ تھا کہ نبوت کے بائیسویں برس (سنہ ۹ ہجری) میں سود کی قطعی حرمت کی آیات نازل ہو چکی

تھیں (دیکھیے باب#۱۸۸) جو سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ کے آخری حصے میں بطور آیات ۲۷۵ تا ۲۷۸ تحریر کروائی گئیں جن میں سود کے وصول کرنے پر عذاب کی وعید اور اللہ سے جنگ کا اعلان کیا گیا۔ اب ریاستِ مدینہ کی حدود میں سُودی کاروبار ایک فوجداری جُرم بن گیا۔ عرب کے جو قبیلے سُود کھاتے تھے، اُن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے عُملا کے ذریعے سے آگاہ فرمادیا کہ اگر اب وہ اس لین دین سے باز نہ آئے، تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔

ریاستِ مدینہ کی جانب سے نجران کو اپنی حدود میں لینے اور اُس کی سرپرستی اور حفاظت کی ذمہ داری کو قبول کرنے اور اُن پر جزیہ کی پابندی سے ادائیگی کے بارے میں آپؐ نے انہیں ایک معاہدے کی تحریر لکھوا کر دی۔ ان لوگوں نے آپؐ سے گزارش کی کہ ٹیکس (جزیہ) وصول کرنے کے لیے، آپؐ ان کے ہاں ایک دیانت دار امین اور صالح آدمی روانہ فرمائیں۔ چناں چہ آپؐ نے اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراحؓ کو روانہ فرمایا۔ واپس نجران پہنچ کر عاقب اور سید دونوں ایمان لے آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

☆☆☆☆☆